تقویٰ اور تحفظِ حقوقِ انسانی

گل قدیم جان*

ABSTRACT:

Human being, since existence, has been facing various problems. Human Intellect has thought many remedies and plans to resolve these problems. Preservation of Human rights is one of the most important of all these problems. Man on his own part, made his efforts to address the issue of human rights, but in vain.

Havoc caused by the Second World War compelled the nations to establish UNO to avoid blood shed on such a large scale.

UNO, in this context, tried to safeguard the human rights and declared Universal Declaration of the Human Rights but in vain.

As a matter of fact, the edifice of successsful life stands erect on obeying the ways of Allah.The atmosphere of peace and serenity prevails in the society when the people possess remarkable attribute of piety.

In this essay an attempt has been made to throw light on this reality.

ہر دور کے اپنے مسائل اور ضروریات ہوتی ہیں، اور ان کے حل کرنے کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ ان سے بحث کر کے ان کا حل نکالا جائے، آج کے ترقی یافتہ دور کے انہی مسائل میں ایک سلگتا ہوا مسئلہ انسانی حقوق کے تحفظ کا ہے گو کہ مادی لحاظ سے دنیا کمال پر پہنچ چکی ہے، مگر معاشرتی لحاظ سے انسانی اقدار زوال کا شکار ہیں انسانیت خود غرضی کی وجہ سے حیوانیت اور درندگی کی طرف بڑھ رہی ہے اور انسان باہمی محبت، اخوت اور ہمدردی کی بجائے خود اپنے ہی بھائی بندوں کا خون چوس رہا ہے۔ ان کی آزادی کو سلب کر رہا ہے دوسرے حقوق کے ساتھ ساتھ ان کو حق زندگی سے محروم کرنے کے لیے قسم قسم کے مہلک ہتھیار تیار کر رہا ہے۔ وہ یہ بھی بھول جاتا ہے کہ دوسرے بھی میری ہی طرح کے انسان ہیں، اور انہیں بھی میری طرح جان و مال اور عزت وآبرو کے تحفظ کا حق حاصل ہونا چاہیے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر انسانی حقوق کے علمبردار، حقوق کے نام پر انسان سے اس کے بنیادی حقوق بھی چھین رہے ہیں۔

ان حالات میں انسانیت پریشان ہے کہ کیسے ایک فرد کے بنیادی انسانی حقوق کو تحفظ ملے تاکہ انسان سکھ کا سانس لے سکے وہ کبھی مذہب کے علمبرداروں کی طرف دیکھتی ہے تو کبھی لامذہب لوگوں کی طرف، لیکن انہیں کہیں سے بھی اپنے دکھ درد کا مداوا نہیں ملتا۔ ان حالات میں ضرورت اس امر کی ہے کہ انسانیت رب العالمین کی تعلیمات سے آگاہی حاصل کرے۔

* ڈاکٹر، اسسٹنٹ پروفیسر، یونیورسٹی وینسم کالج، ڈیرہ اسماعیل خان برقی پتا: gulqadeem@gmail.com
تاریخِ موصولہ: ۲/اپریل ۲۰۱۲ء

کیونکہ ربانی تعلیمات میں بنیادی انسانی حقوق اوران کے تحفظ کے احکام اور طریقے بتائے گئے ہیں ان ہی احکام میں ایک ''حصول تقویٰ'' کا ہے اگر بنی نوع انسان " تقویٰ " کی صفت سے متصف ہو جائے تو ان کے حقوق کو تحفظ مل سکتا ہے۔

لفظ تقویٰ کی لغوی تحقیق:

تقویٰ دراصل عربی زبان کا لفظ ہے لیکن اردو، بنگلہ، پشتو اور سندھی زبانوں میں بھی استعمال ہوتا ہے جبکہ بلوچی زبان میں پرہیز اور پنجابی اور کشمیری زبانوں میں پرہیز گاری کا لفظ تقویٰ کے لیے مستعمل ہے۔(۱)

مادہ یا حروف اصلی کے لحاظ سے وَقیٰ سے ہے وَقیٰ یَقِی و قیاً جس کے معنی ہے بچانا، محفوظ رکھنا۔(۲)

پھر وَقیٰ سے اِتّقیٰ جس کے معنی کسی چیز کے ذریعے اپنا بچاؤ کرنا یعنی کسی چیز کو دوسری چیز سے حفاظت کا ذریعہ بنانا یا پرہیز کرنا یا خوف کرنا۔(۳)

لفظ تقویٰ اِتّقیٰ سے اسم ہے اور لغوی اعتبار سے تقویٰ کا مفہوم عبدالرشید نعمانی نے یوں بیان کیا ہے کہ نفس کا اس چیز سے بچانا اور حفاظت میں رکھنا جس کا خوف ہو۔لیکن کبھی کبھی خوف کو تقویٰ سے اور تقویٰ کو خوف سے بھی موسوم کرتے ہیں جس طرح سے کہ سبب بول کر مسبب اور مسبب بول کر سبب مراد لیتے ہیں۔(۴)

بعض دوسرے اہل لغت نے درج ذیل معنی بیان کیے ہیں۔ پرہیز گاری، بچنا، نیکی و ہدایت کی راہ، خدا کا خوف، پارسائی، اپنے آپ کو گناہ سے بچانا، بچ بچ کے چلنا۔(۵)

مولانا مفتی محمد شفیع نے لکھا ہے کہ لفظ تقویٰ اصل عربی میں بچنے اور اجتناب کرنے کے معنی میں آتا ہے اس کا ترجمہ ڈرنا بھی اس مناسبت سے کیا جاتا ہے کہ جن چیزوں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے وہ ڈرنے ہی کی چیزیں ہوتی ہیں یا کہ ان سے عذاب الٰہی کا خطرہ ہے۔(۶)

تقویٰ کے اصطلاحی معنیٰ:

شرعی لحاظ سے تقویٰ کے معنی اللہ تعالیٰ سے ڈرنا یا خوف ہے۔(۷)

مولا عاشق الٰہی بلندشہری نے لکھا ہے کہ تقویٰ صغیرہ و کبیرہ، ظاہرہ و باطنہ گناہوں سے بچنے کا نام ہے۔(۸)

عبدالحفیظ بلیاوی نے تقویٰ کے بارے میں لکھا ہے کہ " تقویٰ پرہیز گاری" اللہ تعالیٰ کا خوف اور اسکی اطاعت کے مطابق عمل کو کہتے ہیں۔(۹)

علامہ زمخشری کے مطابق تقویٰ سے مراد اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ڈرنا اور اس کے احکامات کی نافرمانی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا اور ایسے کاموں سے اپنے آپ کو بچانا جو اس کی منشا کے خلاف ہوں۔(۱۰)

عبدالرشید نعمانی نے تقویٰ کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ "عرف شرع میں تقویٰ نفس کو ہر اس چیز سے بچانے کا نام ہے جو گناہ کی طرف لے جائے یہ ممنوعات کے اجتناب سے حاصل ہوتی ہے مگر اس کی تکمیل اس وقت ہوتی ہے جب بعض مباحات کو بھی ترک کر دیا جائے۔(۱۱)

مولانا وحید الزمان قاسمی نے تحریر فرمایا ہے کہ تقوی اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری اور ممنوعات سے اجتناب خدا کی اطاعت کے ذریعہ اس کی سزا سے احتراز کو کہتے ہیں۔(۱۲)

تقویٰ کے مفہوم کے بارے میں حضرت ابی بن کعبؓ سے حضرت عمرؓ نے پوچھا تھا کہ تقویٰ کیا ہے؟ حضرت ابی بن کعبؓ نے فرمایا کہ اے امیر المومنین کبھی آپ کا ایسے راستہ پر گزر ہوا ہے جو کانٹوں سے پر ہو، حضرت عمرؓ نے فرمایا کئی بار ہوا ہے حضرت ابی بن کعبؓ نے فرمایا ایسے موقع پر آپ نے کیا کیا، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ دامن سمیٹ لیے اور نہایت احتیاط سے چلا، حضرت ابی بن کعب نے فرمایا کہ بس تقویٰ اسی کا نام ہے۔(۱۳)

پس تقویٰ کا عام مفہوم یہ ہے کہ جن کاموں کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اس کو پورا کرنا اور جن کاموں سے منع فرمایا ہے اس سے بچنا۔

مولانا مفتی محمد شفیعؒ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ یہ دنیا ایک خارستان ہے، گناہوں کے کانٹوں سے بھری پڑی ہے اس لیے دنیا میں اس طرح چلنا اور زندگی گزارنا چاہیے کہ دامن گناہوں سے نہ الجھے اسی کا نام تقویٰ ہے۔(۱۴)

درجہ بالا تصریحات کو دیکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ تقویٰ دراصل کسی خاص وضع قطع، شکل وصورت یا ہیئت بنانے یا کسی خاص طرز زندگی اختیار کرنے کا نام نہیں بلکہ حقیقت میں تقویٰ نفس انسانی کی اس کیفیت کا نام ہے جو فرض شناسی، خدا ترسی اور احساس ذمہ داری سے پیدا ہوتی ہے اور زندگی کے ہر پہلو پر محیط ہوتی ہے۔ حقیقتاً تقویٰ سے مراد یہ ہے کہ انسان کے دل میں خدا کا خوف اور اس کی بندگی کا احساس ہو۔ اور یہ بات ہر وقت اس کے ذہن میں موجزن ہو کہ میری دنیاوی زندگی کے پورے پورے اعمال اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے ہیں اور مجھے ان کا جواب دینا ہے اس لیے وہ ہر اس کام سے باز رہے جسے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور ہر اس کے لیے تیار رہے جس کے کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

لفظ تقویٰ کی لغوی اور اصطلاحی توضیحات کو دیکھتے ہوئے ہم یہ نتیجہ بھی اخذ کر سکتے ہیں کہ اصطلاحی لحاظ سے تقوی کے دو مفہوم ہیں۔ ایک خاص مفہوم اور ایک عام مفہوم۔

خاص مفہوم:

ممنوع چیزوں سے بچ کر رہنا، بالفاظ دیگر اللہ تعالیٰ کے خوف سے اپنی حدود کے اندر رہنا یہ تقویٰ کا خاص مفہوم ہے۔

عام مفہوم:

چونکہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی دو قسمیں ہے یعنی اوامر اور نواہی، اوامر سے مراد وہ امور یا اعمال جن کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور نواہی سے مراد وہ اعمال وافعال جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے پس تقوی کا عام مفہوم صرف نواہی تک محدود نہیں بلکہ اوامر کو بھی محیط ہے۔

تقویٰ کے مراتب:

تقویٰ کے مختلف درجات علماء نے بیان فرمائے ہیں امام بیضاوی نے اپنی تفسیر میں درج ذیل تین درجے بتائے ہیں:

۱) جہنم سے ڈر کر اپنا دامن شرک سے پاک رکھنا　　۲) ہر اُس عمل سے بچنا جس میں گناہ ہو

۳) ہر اس چیز سے پرہیز کرنا جو حق سے غافل کر دے اور ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ دل بستگی رکھنا (۱۵)

تقویٰ کا ادنیٰ درجہ:

تقویٰ کا پہلا درجہ ادنیٰ درجہ ہے کہ حصول تقویٰ کے لیے ضروری ہے کہ کم ازکم انسان اپنے خالق و مالک کا دل وزبان سے اقرار کرے اور صرف اسی کو بندگی کے لائق سمجھے اس کی وحدانیت پر یقین محکم ہو اور اس کے ساتھ کسی قسم کے شرک کا شائبہ تک دل میں نہ لائے قرآن کریم میں اس بارے میں بے شمار ہدایات موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت وربوبیت اور شرک کی قباحت اور اس سے بچنے کے لیے چند آیات نمونے کے طور پر درج کی جاتی ہیں۔

۱) وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (۱۶)۔ ’’اور تمہارا معبود خدائے واحد ہے اس کے سوا کوئی عبادت (بندگی) کے لائق نہیں۔‘‘

۲) اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (۱۷)۔ ’’بیشک اللہ ہی معبود واحد (ایک) ہے۔‘‘

۳) وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ. (۱۸)

’’ان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ خدائے واحد کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔‘‘

۴) وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا. (۱۹)

’’اور جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرایا وہ بڑے گناہ کا مرتکب ہوا۔‘‘

۵) اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (۲۰)۔ ’’بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔‘‘

۶) مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ. (۲۱)

’’جو کوئی اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے پس تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے۔‘‘

تقویٰ کا اوسط درجہ:

تقویٰ کا دوسرا درجہ اوسط درجہ ہے۔ یعنی ہر اس چیز کو چھوڑ دینا، جس پر عمل کر کے انسان گنہگار بنتا ہے اس لیے صغائر سے بھی بچنے کی کوشش کرنا اور کبائر (بڑے گناہ) سے بالکل اجتناب ہو۔

عام طور پر اسی کو تقویٰ کہا جاتا ہے۔ سورۃ الاعراف میں تقویٰ کے اس درجہ کی طرف اشارہ ہے:

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَ لٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ. (۲۲)

’’اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیز گاری اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے لیکن انہوں نے تکذیب کی تو ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا۔‘‘

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ ایمان (تقویٰ کا ادنیٰ درجہ) یعنی کبیرہ وصغیرہ گناہوں سے بچنا (تقویٰ کا اوسط درجہ) ایسی چیز ہے کہ جس بستی کے لوگ اسے اپنا لیں تو ان پر اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کی برکتوں کے دروازے کھول دیتا ہے اور خوشحالی ان کا مقدر بن جاتی ہے لیکن اس کے برعکس تکذیب اور نافرمانی اور گناہوں کا راستہ اختیار کرنے پر قومیں اللہ تعالیٰ کے عذاب کی مستحق ٹھہر جاتی ہیں۔

تقویٰ کا اعلیٰ درجہ:

تقویٰ کا تیسرا درجہ تقویٰ کا اعلیٰ درجہ ہے کہ انسان دل کی کیفیت ایسی ہو جائے کہ غیر اللہ سے پاک ہو اور اللہ تعالیٰ سے غافل کرنے والی ہر چیز سے لاتعلقی اختیار کرے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے اس درجہ کے بارے میں حکم دیا ہے کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ (۲۳)۔ ”اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو جتنا اس سے ڈرنے کا حق ہے۔“

آیت کریمہ میں مذکور تقویٰ کا درجہ اعلیٰ درجہ کا تقویٰ ہے۔ مفتی محمد شفیعؒ تحریر فرماتے ہیں کہ تقویٰ کا یہ اعلیٰ مقام انبیاء علیہم السلام اور ان کے خاص نائبین و اولیا اللہ کو نصیب ہوتا ہے کہ اپنے قلب کو غیر اللہ سے بچانا اور اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی رضا جوئی سے معمور رکھنا ہے (۲۴)۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، ربیعؒ، قتادہؓ اور حسن بصریؒ وغیرہ سے یہ منقول ہے جو مرفوعاً خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی منقول ہے۔

حَقَّ تُقَاتِهٖ هُوَ اَنْ يُّطَاعَ فَلَا يُعْصٰى وَ يُذْكَرَ فَلَا يُنْسٰى وَ يُشْكَرَ فَلَا يُكْفَرَ

”حق تقویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہر کام میں کی جائے کوئی کام اطاعت کے خلاف نہ ہو اور اس کو ہمیشہ یاد رکھیں اور کبھی نہ بھولیں اور اس کا شکر ہمیشہ ادا کریں کبھی ناشکری نہ کریں۔“ (۲۵)

بعض دوسرے مفسرین نے "حق تقاتہ" کے مضمون کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ حق تقویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی کی ملامت اور برائی کی پرواہ نہ کرے اور ہمیشہ انصاف پر قائم رہے اگرچہ انصاف کرنے میں خود اپنے نفس یا اپنی اولاد یا ماں باپ ہی کا نقصان ہوتا ہو۔ اور بعض نے فرمایا کہ کوئی اس وقت تک حق تقویٰ ادا نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ اپنی زبان کو محفوظ نہ رکھے۔ (۲۶)

تقویٰ ذریعہ تحفظ حقوق انسانی:

تقویٰ انسانی شخصیت کی تشکیل و تعمیر میں بنیادی اور مرکزی حیثیت رکھتا ہے اگر معاشرے کے افراد میں صفت تقویٰ یعنی خوف خدا پیدا ہو جائے تو حقوق انسانی کے تحفظ کے سلسلے میں یہ ایک اہم اور قوی محرک ہے اور بڑا مؤثر کردار ادا کرتا ہے انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کی تنفیذ ریاست کی انتظامیہ کرتی ہے اور اس پر عمل درآمد کرانے کی ذمہ دار ہوتی ہے۔ لیکن خالق کائنات کی طرف سے انسانوں کے لیے منتخب شدہ ضابطہ زندگی پر عمل درآمد کرانے کا ذمہ دار انسان کے دل میں موجود

اللہ تعالیٰ کا خوف یعنی تقویٰ ہے۔اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا شدہ ضابطہ حیات میں حقوق العباد یعنی بندوں کے حقوق کی ادائیگی پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے اوران مقامات پر جہاں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی دیکھنے والا نہ ہو وہاں ایک انسان کے دل میں جو خوف خدا (تقویٰ) موجزن ہوتا ہے وہ اسے حقوق انسانی کی ادائیگی واحترام پر مجبور کرنے والا ہوتا ہے۔

جس انسان کے دل میں حاکم اعلیٰ (اللہ تعالیٰ) کا خوف موجزن نہ ہو اس سے دنیا میں دوسروں کے حقوق کے احترام اور تحفظ کی امید کیونکر ہو سکتی ہے۔کیونکہ معاشرے کی گرفت اور شرم وحیا اور حکومت کے قانون سے بچنے کے لیے ہزاروں راستے ڈھونڈ لیتے ہیں انسانی زندگی کی کامیابی، انسانی معاشرہ کے سکون وراحت اوران کے حقوق کی حفاظت کا راز اللہ تعالیٰ کے احکامات ماننے میں پوشیدہ ہے اس لیے انسان کا ہر عمل اللہ تعالیٰ کی رہنمائی کا محتاج ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر انسان تب کامیابی سے عمل پیرا ہو سکتا ہے جب اس کے دل میں تقویٰ (اللہ تعالیٰ کا خوف) موجود ہو اس لیے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے دلوں میں تقویٰ پیدا کرنے کے لیے قرآن حکیم میں مختلف پیرائے استعمال کیے ہیں اوراس بات کی تلقین پر زور دیا ہے کہ مجھ ہی سے ڈرو۔

اَنْذِرُوْا اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاتَّقُوْنِ (۲۷)۔''ان کو ڈراؤ،خبردار کردو کہ میرے سوا کسی کی بندگی نہیں، مجھ سے ہی ڈرو۔''

وَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنَ (۲۸)۔''اور مجھ ہی سے ڈرو۔''

اَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنَ (۲۹)۔''میں تمھارا رب ہوں سو مجھ سے ڈرتے رہو۔''

قرآن پاک میں جہاں انسانوں اور خصوصاً ایمان کا دعویٰ رکھنے والوں کو خوف خداوندی دل میں بٹھانے اور تقویٰ اختیار کرنے کی تلقین وتاکید فرمائی ہے۔ وہاں غیر اللہ کا خوف بھی دل سے نکال دینے کا درس دیا ہے کیونکہ اللہ کی ربوبیت اور حاکمیت کا تقاضا یہی ہے کہ اس کے بندے کے دل میں کسی اور کا خوف موجود نہ ہو جب حاکم مطلق صرف اللہ اور صرف اللہ ہے۔زمین وآسمان کی بادشاہی اسی کے شایان شان ہے اوراس کی عبادت بھی اس لیے لازم ہے پھر اس کے سوا کسی اور سے ڈرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی ارشاد خداوندی ہے۔

وَلَهُ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّیْنُ وَاصِباً أَفَغَیْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ.(۳۰)

''اور جو کچھ زمین وآسمانوں میں ہیں اسی کا ہے اور ہمیشہ اس کی عبادت ہے تو تم اللہ کے سوا دوسروں سے ڈرتے ہو؟''

قرآن مجید میں جو تمام انسانیت کے لیے راہ ہدایت ہے چاہتا ہے کہ سارے کے سارے انسان اور خاص کر وہ لوگ جو ایمان کے دعویدار ہیں اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے راستے کے مطابق اور اسی کی قائم کردہ حدود کے اندر اپنی زندگیاں گزاریں۔ان میں صداقت ہو، پاکبازی ہو ان کے اخلاق واعمال منکرات اور ناپسندیدہ باتوں سے محفوظ ہوں۔

ظاہر ہے کہ جب ایک انسان کی زندگی اس طور پر بنے گی تو اس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے لوگ محفوظ ہوں گے اور ایک دوسرے کے حقوق غصب کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوگا۔

اسی بنا پر اللہ نے خوف خداوندی اور تقویٰ کو مومنین کی صفات میں شمار کیا ہے اور جہاں قرآن پاک، مومنوں کے اوصاف میں اللہ تعالیٰ سے ان کی والہانہ محبت کا ذکر کرتا ہے وہاں ان کے خوف وخشیت کا ذکر بھی کرتا ہے۔

هُمْ مِنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُوْنَ (۳۱)۔ ''اور وہ اس کی ہیبت سے ڈرتے ہیں۔''

قرآن پاک نے تقویٰ کو مومنوں کا صرف وصف ہی نہیں بتایا ہے بلکہ اس کے بغیر انسان کا ایمان کامل نہیں ہوسکتا۔ جس انسان کے دل میں خوف الٰہی موجود نہ ہو وہ بڑے سے بڑے گناہ کا مرتکب ہوسکتا ہے انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین معاشرے کی تنظیم میں کسی حدتک مددگار ثابت ہوسکتے ہیں اور تعزیرات کی وجہ سے کسی حدتک معاشرہ فتنہ وفساد سے محفوظ بھی رہ سکتا ہے۔ لیکن ان قوانین کی موجودگی میں جرائم نہ صرف سرزد ہوتے ہیں۔ بلکہ آج کی دنیا میں ہر طرح کی بے راہ روی اور لاقانونیت میں اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے کیونکہ ایک ایسا مقام جہاں کوئی نہ ہو، قانون کی خلاف ورزی کرنے والا بلا روک ٹوک قانون کی خلاف ورزی بھی کرتا ہے اور قانون کی گرفت سے بھی محفوظ رہتا ہے لیکن احکم الحاکمین تو ہر جگہ موجود ہے کوئی جگہ اس سے خالی یا مخفی نہیں ہوسکتی۔ اس لیے اس سے ڈرنے کو ایمان کا حصہ قرار دیا ہے اور خوف الٰہی کے بغیر ایمان نامکمل ہونا قرار دیا گیا ہے۔

وَ خَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ (۳۲)۔ ''اور مجھ سے ڈرو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔''

قرآن پاک میں جہاں تقویٰ پر زور دیا گیا ہے وہاں متقی لوگوں کے لیے بہت اجر وثواب کا ذکر کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ. (۳۳)

''جو کوئی اپنا اقرار پورا کریں اور وہ پرہیزگار رہے تو اللہ تعالیٰ کو پرہیزگاروں سے محبت ہے۔''

وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰىo فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى. (۳۴)

''اور جو کوئی اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور اس نے اپنے دل کو خواہش سے روکا سو اس کا ٹھکانہ بہشت ہے۔''

وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى (۳۵)۔ ''اور زادراہ لے لیا کرو کہ بے شک بہترین زادراہ تقویٰ ہے۔''

بنی نوع انسان کی تاریخ اس حقیقت پر شاہد ہے کہ جس انسان کے دل میں تقویٰ موجزن ہو وہ کبھی بھی کسی انسان کا حق غصب کرنے کی جرات نہیں کرسکتا۔ بلکہ وہ اپنا حق کو تو قربان کرسکتا ہے لیکن دوسرے انسان کے حق کی پامالی کے لیے

تیار نہیں ہوتا۔ چنانچہ قرآنی تصریحات کے مطابق انسان اول حضرت آدم علیہ اسلام کی زندگی ہی میں جب ان کے دو بیٹوں (ہابیل وقابیل) کے درمیان حق کا پہلا مسئلہ پیدا ہوا اور قابیل نے ہابیل کو اپنے حق سے محروم کرنے کے لیے اسے قتل کی دھمکی دی۔ قتل کی دھمکی کے جواب میں ہابیل نے قابیل کو یہ جواب نہیں دیا کہ میں اپنی مدافعت میں تجھے قتل کر دینے کی کوشش کروں گا بلکہ فرمایا۔

لَئِنۡ بَسَطۡتَّ اِلَیَّ یَدَکَ لِتَقۡتُلَنِیۡ مَا اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیۡکَ لِاَقۡتُلَکَ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اللّٰہَ رَبَّ الۡعٰلَمِیۡنَ. (۳۶)

''اگر تو مجھے قتل کرنے کے لیے ہاتھ اٹھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لیے ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا میں رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔''

آیت کریمہ میں ہابیل کے الفاظ سے یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ ہابیل نے محض خوف الٰہی کی بناء پر اپنی جان تو دے دی مگر اپنے بھائی کو حق زندگی سے محروم کر دینے کے لیے اپنا ہاتھ تک دراز نہیں کیا۔ ہاتھ دراز نہ کرنا کمزوری کی وجہ سے نہیں تھا کہ ہابیل قابیل سے طاقت وقوت میں کمزور تھا اور وہ اپنی مدافعت کی صورت میں قابیل کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ تفسیر قادری اور تفسیر ابن کثیر میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ سب اہل علم کے ہاں ہابیل، قابیل سے بہت قوی اور صاحب شوکت تھا مگر خوف خدا کی وجہ سے اس نے قابیل کو قتل کرنے کا اردہ نہیں کیا۔ (۳۷)

صفت تقویٰ کا نتیجہ تھا کہ ایک دفعہ ایک ملکہ کا سونے کا کنگن گم ہو گیا وزیر اعظم نے ہر شہر اور گاؤں میں منادی کروائی کہ اگر کوئی ایک مہینے کے اندر ملکہ کا کنگن واپس کر دے تو اس کو انعام دیا جائے گا۔ اور اگر ایک ماہ کے بعد کسی سے وہ کنگن ملا تو اس کو قتل کر دیا جائے گا اس منادی کے دوسرے دن ربی ابی سموئیل کو وہ کنگن مل گیا لیکن ربی (مذہبی پیشوا) نے یہ کنگن فوراً واپس نہیں کیا بلکہ ایک ماہ گزرنے کے بعد واپس کیا اور ملکہ کے محل میں جا کر بتایا کہ مجھے یہ کنگن ایک ماہ پہلے ملا تھا۔ لیکن اگر میں اسی وقت واپس کرتا تو لوگ یہ سمجھتے کہ میں نے انعام کے لالچ اور تمہارے ڈر کی وجہ سے واپس کیا ہے اور اب میں اس لیے واپس کر رہا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ (۳۸)

یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ خلافت راشدہ میں لوگ خوش تھے امن وامان تھا اور لوگ سکون کی زندگی بسر کر رہے تھے ان کے حقوق غاصبوں کے ہاتھوں سے محفوظ تھے اس کی سب سے بڑی وجہ خلفاء کا خوف الٰہی تھا۔ اسی خوف الٰہی ہی کا اثر تھا کہ جب اسلام کے خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق مرض الوفات میں مبتلا ہوئے تو وصیت فرمائی کہ زمانہ خلافت میں جو وظیفہ میں نے مسلمانوں کے بیت المال سے لیا تھا اس کی رقم واپس کر دی جائے صرف یہی نہیں بلکہ اپنی بیٹی ام المومنین حضرت عائشہؓ سے یہ بھی فرمایا تھا کہ جب میں وفات پا جاؤں تو مسلمانوں کے برتن، ان کا غلام، ان کی اونٹنی، ان کی چکیاں، ان کی وہ چادریں جو میں نے اوڑھنے بچھانے کے لیے لی تھیں واپس کر دی جائیں۔ (۳۹)

جب معاشرے کے افراد کے دل تقویٰ کی صفت سے معمور تھے۔تو حضرت عمرؓ خلافت صدیقی میں پورے دو سال عہدہ قضا پر فائز رہے مگران کی عدالت میں کوئی ایک بھی مدعی حقوق کا دعویٰ لیکر نہیں آیا۔(۴۰)

حضرت عمر کی عدالت میں کوئی مقدمہ کیونکر دائر نہیں ہوا کیونکہ معاشرے کا ہر فرد جو جس مقام اور حیثیت کا تھا اپنے فرائض کو خوش اسلوبی سے پورا کررہا تھا تو حقوق کا سرے سے کوئی مسئلہ پیدا ہی نہیں ہوا کہ عمرؓ کی عدالت میں جاتا۔

حضرت عمرؓ اپنے دورخلافت میں ایک رات گشت کررہے تھے ان کا غلام بھی ساتھ ایک خیمہ پر سے گزر ہوا، دیکھا کہ ایک بڑھیا ہانڈی میں کچھ پکا رہی ہے اور چند بچے اسے دائرے میں لیے بیٹھے ہیں اور رو رہے ہیں۔حضرت عمرؓ نے رونے کا سبب پوچھا، بڑھیا نے بتایا یہ بھوکے ہیں اس وجہ سے روتے ہیں۔آپؓ نے پوچھا ہانڈی میں کیا پک رہا ہے؟ کہا کچھ نہیں صرف بچوں کو بہلانے کے لیے پانی چڑھا دیا ہے تاکہ کسی طرح سو جائیں حضرت عمرؓ یہ سن کر کانپ اٹھے آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔اسلم (غلام) ساتھ تھا۔شہر لوٹے بیت المال کا دروازہ کھولا کچھ آٹا، گھی، روغن، چھوہارے لئے،اور اسلم (غلام) سے فرمایا۔اے اسلم ان سب چیزوں کو میری پیٹھ پر لاد دے۔اسلم نے کہا کہ اے امیر المومنین میری پیٹھ پر رکھ دیں تاکہ میں لے چلوں آپؓ نے فرمایا باز پرس تو مجھ ہی سے ہوگی۔اس لیے میں لے چلونگا۔الغرض اپنی پیٹھ پر لاد کر اس عورت کے خیمے تک لے گئے اور وہاں خود کھانا پکایا اور بچوں کو کھلایا۔(۴۱)

حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں تقویٰ کی صفت سے مالا مال ایک لڑکی کو رات کی تاریکی میں اور گھر کی چار دیواری کے اندر والدہ نے فہمائش کی کہ دودھ میں پانی ملا دے تو لڑکی نے جواب دیا کہ حضرت عمرؓ نے منع فرمایا اور حکم دیا ہے کہ کوئی بھی دودھ میں پانی نہ ملائیں۔ماں بولی کہ رات کی تاریکی میں اور گھر کی چار دیواری میں تو عمرؓ نہیں دیکھ رہے ہیں تو لڑکی نے جواب دیا کہ اگر عمرؓ نہیں دیکھ رہے ہیں، لیکن اللہ تو دیکھ رہا ہے۔(۴۲)

اس قسم کے واقعات سے اسلامی تاریخ بھری پڑی ہے۔

خلاصہ:

تقویٰ ایک ایسی بہترین وصف ہے کہ معاشرے کے جس فرد میں موجود ہو تو کسی صورت میں بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی طرف اسے جانے کی اجازت نہیں دیتا۔پھر حقوق العباد پورا کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دے رکھا ہے۔تقویٰ ایک ایسا داخلی محتسب ہے جو ہروقت انسان کے ذہن وقلب میں جاگزین رہتا ہے اس کے ہوتے ہوئے کوئی شخص کسی خفیہ مقام پر انتہائی علیحدگی میں بھی جہاں ظاہری طور پر کوئی نہ ہو وہ انسانی حقوق کی پامالی کی جرات نہیں کرسکتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو میرے ظاہری وباطنی خفیہ وعلانیہ امور کا علم ہے اور میرا کوئی عمل اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں۔لہٰذا معاشرے کے افراد میں اس طاقت ور داخلی محتسب کے ہوتے ہوئے حقوقِ انسانی کی پامالی اور غصب کا خطرہ درپیش نہیں ہوسکتا۔

مراجع وحواشی

(۱) اشفاق احمد وغیرہ ہفت زبانی لغت ،ص ۹۷ طبع دوم لاہور اردو سائنس بورڈ ۱۹۸۸ء

(۲) (الف) مرزا ابوالفضل ،غریب القران فی لغات الفرقان ،ص ۴۱۵ ،لاہور قانونی کتب خانہ س ن

ب) وحید الزمان مولانا ،القاموس الوحید ،ص ۱۸۱۸ ،کراچی ادارہ اسلامیات ،۲۰۰۱ء

ج) بلیاوی ابوالفضل عبدالحفیظ مولانا ،مصباح اللغات ،ص ۹۶۲ ،کراچی ایچ ایم سعید کمپنی ۱۹۷۳ء۔

(۳) (الف) وحیدالزمان القاموس الوحید ،ص ،۱۸۸۹

(۴) نعمانی عبدالرشید مولانا ،لغات القران ،ج ،ص ۱۷۰ ،۱۷۱ ،کراچی دار الشاعت ،۱۹۹۴ء

(۵) (الف) سید سبط حسین ،احمد ندیم قاسمی وغیرہ زیر نگرانی عبدالسلام ،اردو انسائیکلو پیڈیا ص ۳۲۵ ایڈیشن سوم ،لاہور فیروزسنز ،۱۹۸۴ء

(ب) وارث سرہندی ،علمی اردو لغت ،ص ۴۵۸ ،لاہور علمی کتب خانہ ،۱۹۹۳ء

(۶) محمد شفیع ،مفتی مولانا ،معارف القران ،ج ۲ ص ۱۲۷ ،کراچی ادارۃ المعارف ۱۹۷۹ء

(۷) ابن منظور ابوالفضل جمال الدین ابن مکرم ،لسان العرب ،ج ا ،ص ۳۲۴ ایڈیشن دوم ،بیروت دار اللسان العرب ،۱۹۷۰ء

(۸) بلندشہری مولانا عاشق الٰہی ،انوار البیان فی کشف اسرار القران ،ج ا ،ص ۳۱۳ ،طبع اول ،ملتان ادارہ تالیفات اشرفیہ ،۱۹۹۲ء

(۹) بلیاوی ابوالفضل مولانا عبدالحفیظ ،مصباح اللغات ،ص ۹۶۲

(۱۰) زمخشری ،ابوالقاسم محمد بن عمر ،الکشف القران ،ج ا ،ص ۲۰ ،کلکتہ ،۱۸۵۶ء

(۱۱) نعمانی عبدالرشید ،لغات القران ج ۲ ،ص ۱۷۱ (۱۲) وحیدالزمان ،القاموس الوحید ،ص ۱۸۸۹

(۱۳) محمد شفیع ،معارف القران ،ج ۲ ،ص ۱۴۲ (۱۴) محمد شفیع معارف القران ،ج ۲ ،ص ۲۴۱ ،۲۴۲

(۱۵) نوری محمد خان ،انوار البیضاوی ترجمہ وتفسیر تفسیر بیضاوی سورۃ البقرۃ ،ص ۵۰ ،۵۱ ،لاہور مکتبہ زاویہ ،۲۰۰۲ء

(۱۶) القران الحکیم ،سورۃ البقرہ ،۱۶۳ (۱۷) سورۃ النساء ،۱۷۱ (۱۸) سورۃ التوبۃ ۳۱ (۱۹) سورۃ النساء ،۴۸

(۲۰) سورۃ لقمان ،۱۳ (۲۱) سورۃ المائدہ ،۷۲ (۲۲) سورۃ الاعراف ،۹۶ (۲۳) سورۃ ال عمران ،۱۰۲

(۲۴) محمد شفیع ،معارف القران ،ج ۲ ،ص ۱۲۷ (۲۵) (الف) محمد شفیع ،معارف القران ،ج ۲ ،ص ۱۲۷

ب) صدیقی ،مولانا محمد حسین ،روضۃ الصالحین اردو شرح ریاض الصالحین ،ج ا ،ص ۲۳۴ ،کراچی ،زمزم پبلشرز ،۲۰۰۲ء

(۲۶) ایضاً (۲۷) سورۃ النحل ،۲ (۲۸) سورۃ البقرۃ ،۴۱ (۲۹) سورۃ المومنون ،۵۲

(۳۰) سورۃ النحل ،۵۲ (۳۱) سورۃ الانبیاء ،۲۸ (۳۲) سورۃ ال عمران ،۷۶ (۳۳) سورۃ النّٰزعٰت ،۴۰ ،۴۱

(۳۴) سورۃ البقرہ ،۱۹۷ (۳۵) سورۃ القصص ،۲۹

(۳۶) (الف) فخر الدین ،مولوی ،قادری ،تفسیر قادری ،ج ا ،ص ۲۲۲ لکھنو مطبع ضیائی صفائی (انطباع) ،۱۸۸۷ء

ب) ابن کثیر ،اسماعیل ،تاریخ ابن کثیر (ترجمہ محمد اصغر مغل) ،ج ا ،ص ۱۴۰ ،۱۴۰ ،کراچی ،دار الاشاعت ،۲۰۰۲ء

(۳۷) رابرٹ وین ڈی دیئر ،یہودیت ترجمہ ملک اشفاق ،ص ۱۷۵ ،۱۷۶ ،لاہور بک ہوم ،۲۰۰۲ء

(۳۸) طبری ،محمد بن حریر ،تاریخ طبری ترجمہ محمد ابراھیم ،ج ۲ ،ص ۲۵۶ ،دکن حیدر آباد دار الطبع ،جامعہ عثمانیہ ،۱۹۳۲ء

(۳۹) طبری ،تاریخ طبری ،ج ا ،جز ۳ ،ص ،۲۴۵ (۴۰) طبری ،،تاریخ طبری ،ج ۲ ،ص ،۲۵۱